حضرت سیدہ سارہ بیگم صاحبہ سے نکاح کرنے کی غرض اور حضرت سیدہ امتہ الحی صاحبہ کا ذکر خیر

(فرمودہ ۱۲- اپریل ۱۹۲۵ء)

۱۲- اپریل ۱۹۲۵ء بعد نماز مغرب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے حضرت سارہ بیگم صاحبہ بنت محترم مولوی عبدالماجد صاحب بھاگلپوری سے اپنے نکاح کا اعلان فرمایا: لہ

خطبہ مسنونہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

ایک بزرگ کا واقعہ لکھا ہے کہ ان کو کسی بادشاہ نے کسی جگہ کا جج بنا دیا۔ جب ان کے دوستوں اور ملنے والوں نے یہ خبر سنی تو نہایت خوشی سے اچھلتے کودتے ان کے گھر پہنچے اور جا کر انہیں مبارکباد دی اور ان سے مطالبہ کیا کہ کچھ کھلاؤ کیونکہ آپ جج ہو گئے ہیں مگر یہ دیکھ کر ان کی حیرت کی کوئی حد نہ رہی کہ ان بزرگ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور وہ بے اختیار چیخیں مار کر رونے لگ گئے۔ دوستوں نے کہا یہ کون سا رونے کا موقع ہے یہ تو خوشی کا مقام ہے کہ آپ کی عزت بڑھی ہے اور رتبہ بڑھا ہے۔ انہوں نے کہا میرے لئے یہ کون سی خوشی کا موقع ہے اس سے زیادہ غم کی اور کیا بات ہو سکتی ہے کہ میں جج بن کر بیٹھوں گا اور دو شخص جھگڑا لے کر آئیں گے۔ ان میں سے مدعی بھی جانتا ہو گا کہ حقیقت کیا ہے اور مدعا علیہ کو بھی معلوم ہو گا کہ اصلیت کیا ہے مگر میں جسے اس معاملہ کا کچھ بھی پتہ نہ ہو گا فیصلہ لکھوں گا۔ گویا دو سوجاکھوں میں میں ایک اندھا بیٹھوں گا۔ کیا یہ میرے لئے خوشی کی بات ہے۔

مؤمن کے لئے شادی اور نکاح بھی ایسی کیفیات پیدا کئے بغیر نہیں رہ سکتا جن کا ذکر ان بزرگ نے کیا ہے۔ دنیاوی لذتیں اور دنیاوی خوشیاں بے شک بہت سے انسانوں کی عقلوں پر پردہ ڈال دیتی ہیں اور انہیں آئندہ کی ذمہ داریاں بھلا دیتی ہیں۔ محض نفسانی جوش اور حیوانی خواہشات قسم قسم کے نظارے ان کی آنکھوں کے سامنے پیش کرتی ہیں اور وہ عقل اور سمجھ سے بے بہرہ ہو کر خوشی سے ناچتے اور مسرور ہوتے ہیں مگر اس میں کیا شک ہے کہ ایک انسان کی شادی اس کے لئے بہت بڑا ابتلاء اور آزمائش ہوتی ہے۔

میں ہمیشہ اس بات کو سوچ کر حیران رہ جاتا ہوں کہ ابوالحکم جس کو بعد میں اس کے اعمال نے ابوجہل کر کے دکھایا اور اب ساری دنیا اسے یہی کہتی ہے اس کا خاندان بڑا آسودہ حال تھا۔ جب اس کے باپ کی شادی ہوئی ہوگی کتنی خوشیاں منائی گئی ہوں گی، کتنے ناچ گانے ہوئے ہوں گے، اس وقت کے رسم و رواج کے مطابق کس طرح بے پرواہی سے شراب لنڈھائی گئی ہوگی، کتنی کنچنیاں ناچی ہوں گی، کس قدر دفیں بجائی گئی ہوں گی اور کیا ہی دولہا اور دُلہن کے خاندانوں کو خوشی ہوئی ہوگی۔ اس وقت انہیں کیا پتہ تھا کہ اس خوشی کے نتیجہ میں ایسا ماتم برپا ہوگا جو ابدالآباد تک ان کے خاندانوں کو بدنام رکھے گا اور وہ جسے عید کا چاند سمجھتے ہیں ان کے لئے پیام اجل ہوگا۔ اور نہ صرف ان میاں بیوی کے لئے بلکہ ان کے تمام خاندان کے لئے اور ان پر ہمیشہ کے لئے کلنک کا ٹیکہ لگا دے گا۔

اس کے مقابلہ میں محمد ﷺ کے والدین کی شادی کا خیال کرو۔ ان کے گھرانے کی یہ حالت تھی کہ پیٹ بھر کے کھانا بھی میسر نہ ہوتا تھا اور آپ کے والد اس غریب گھرانے کے ساتویں لڑکے تھے ایسی حالت میں کیا ہی سادگی سے وہ شادی ہوئی ہوگی اور کیا ہی سادگی کے ساتھ میاں بیوی ملے ہوں گے۔ شاید اس وقت ان کے دل میں اس قسم کی حسرتیں بھی پیدا ہوئی ہوں کہ کاش ہم بھی امیر ہوتے دولت و ثروت رکھتے تو اس موقع پر خوشی مناتے دعوتیں کرتے مگر وہ خاموشی اور سنجیدگی کے ساتھ اپنی امیدوں اور امنگوں کو دل ہی دل میں دفن کرتے ہوئے نوجوان مرد و عورت ملے ہوں گے۔ اس وقت انہیں کیا معلوم تھا کہ آج وہ دنیا کی ترقی اور بہبودی کے لئے ایسا بیج بو رہے ہیں جو ہمیشہ کے لئے سارے عالم کو سرسبز و شاداب رکھے گا اور ایسا درخت پیدا ہوگا جو کبھی نہیں سوکھے گا اور اس سے اس قدر پودے پیدا ہوں گے کہ ساری دنیا کو باغوں سے بھر دیں گے۔ یہ سادہ شادی جو کئی قسم کی افسردگیاں لئے ہوئے

تھی شادی کیا تھی دنیا کے لئے ایک عظیم الشان تغیر کا بیج اور دنیا کی بھلائی اور بہتری کا سامان تھی لیکن اس کے مقابلہ میں وہ شادی جو خوشیوں سے لہراتے ہوئے دل اور امنگوں سے بھرے ہوئے قلب کے ساتھ ہوئی اس سے دنیا کو ہلاک کرنے والے نتائج برآمد ہوئے۔

یہ تو آئندہ نسلوں کے متعلق نتائج ہیں جو شادیوں سے پیدا ہوئے اور پیدا ہوتے ہیں لیکن خود شادیاں بھی بڑے بڑے ابتلاء کا باعث ہوتی ہیں جو بہت خوشی سے دن گزراتے ہیں، کوئی غم انہیں نہیں ہوتا، کسی قسم کا فکر ان کے پاس نہیں پھٹکتا لیکن جب شادی کرتے ہیں تو اس کے بعد ان کے دن تاریک ہو جاتے ہیں اور ان کی راتیں ایسی ظلمت سے بھر جاتی ہیں کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا ان کے لئے شادی کا پیغام ہلاکت اور تباہی کا پیغام ہوتا ہے کبھی انہیں دنیاوی مصیبتیں گھیر لیتی ہیں، کبھی وہ الٰہی عذابوں میں مبتلاء ہو جاتے ہیں، کبھی ان کے گرد قومی اور تمدنی مصائب حلقہ باندھ لیتے ہیں اور کوئی صورت ان کے بچاؤ کی باقی نہیں رہتی اور انہیں کوئی مفر نظر نہیں آتا۔ پھر کتنی شادیاں ہوتی ہیں کہ شادی سے پہلے مرد و عورت غم و ہم سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں، کبھی انہوں نے خوشی کی گھڑیاں نہیں دیکھی ہوتیں، تکالیف اور مشکلات سے گزر رہے ہوتے ہیں مگر ان کی شادی کیا ہی مبارک شادی ہوتی ہے کہ ان کے وہ چہرے جو رنج و غم سے سیاہ ہو رہے ہوتے ہیں فرحت و راحت سے پھول کی طرح کھل جاتے ہیں اور سیب کی طرح چمکنے لگ جاتے ہیں ان کا گھر امن اور سلامتی سے بھر جاتا ہے۔ ان کے محلہ بلکہ شہر کے لوگ ان سے فائدہ حاصل کرتے ہیں، ان کی قوم، ان کی نسل، بلکہ ان کے ملک کے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں۔ گویا ان کی شادی ایک گھر کی شادی نہیں ہوتی بلکہ ایک ملک اور ایک قوم کی شادی ہوتی ہے۔ ان حالات سے اندازہ لگالو کہ شادی کرنا کیسا مبارک مرحلہ اور کیا ہی دل دہلا دینے والا قدم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مؤمن کے لئے ہر حالت میں یہ تکلیف اور گھبراہٹ کا قدم ہے۔ بے شک ایک حالت میں وہ خوش بھی ہوتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے اس فعل کو خوشی کا فعل قرار دیا ہے۔ اس کے ساتھ دعوتیں اور تقریبیں مقرر کرکے بتادیا ہے کہ یہ خوشی کا موقع ہے مگر اس کی وجہ سے ایک طرف گھبراہٹ بھی ہوتی ہے کہ نہ معلوم کل کے لئے اس میں کیا کچھ مخفی ہے اور خاص کر میرے جیسے انسان کی حالت کا اندازہ بھی نہیں لگایا جاسکتا جس کے لئے اس کام میں اس قسم کی خوشی نہیں جیسی کہ عام طور پر لوگوں کو ہوتی ہے۔ ایک جوان بے شادی شدہ جو شہوانی حالت سے بھرا ہوا ہے وہ اگر شادی کے انجام پر نظر ڈالتا تو وہ

معذور سمجھا جاسکتا ہے اور ایک شخص جو شہوانی طاقت کو دبا نہیں سکتا اس کے لئے شادی ایک فلسفیانہ نکتہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی لیکن جس کی یہ حالت نہ ہو وہ جانتا ہے کہ میں ایک خاص ذمہ داری بعض حالات کے ماتحت اٹھا رہا ہوں۔ یہی حالت اس وقت میری ہے۔ پس میں جس تقریب کے لئے آج کھڑا ہوا ہوں وہ میرے لئے نہایت ہی اہم تقریب ہے۔

آج سے چند ماہ پہلے میں یہ وہم بھی نہیں کرتا تھا کہ ایک اور شادی کروں گا۔ بلکہ ایک بات پیدا بھی ہوئی تو میں نے ایک دوست کو بتایا کہ میں حالات کے لحاظ سے بالکل معذور ہوں لیکن میں نہیں سمجھ سکتا کہ آئندہ زمانہ میں خدا تعالیٰ نے کیا مقدر کیا ہوا ہے۔ اگر میری ذمہ داریاں جو جماعت کا امام ہونے کے لحاظ سے مجھ پر عائد ہوتی ہیں ان کے پورا کرنے کا مجھے خیال نہ ہوتا اور جماعت کی اغراض اور مقاصد اس بات کے لئے محرک نہ ہوتے تو آج اس تقریب کے لئے میں منبر پر کھڑا ہونے کی کبھی جرأت نہ کرتا کیونکہ میں بیاہ شادیوں سے دل برداشتہ ہو چکا ہوں۔ اب میرے لئے اس فعل میں کوئی خوشی نہیں اور مجھے اس میں کوئی جسمانی راحت نظر نہیں آتی سوائے اس کے کہ جو خدا تعالیٰ پیدا کردے۔ کوئی لمبا عرصہ نہیں گزرا۔ کچھ دن ہوئے میں نے اسی مسجد میں ایک لیکچر دیتے ہوئے اعلان کیا تھا کہ میں نہیں سمجھ سکتا میں کوئی اور شادی کرنے کے قابل ہوں۔ مجھ میں اب اتنی ہمت نہیں ہے کہ ایک نوجوان لڑکی کو لوں اور اسے تعلیم دے کر اس قابل بناسکوں کہ سلسلہ کا کام اس طریق سے جو میرے مد نظر ہے کرسکے لیکن بعد کے میرے غور اور بعض دوستوں نے جو مشورے دیئے اور بعض ایسے دوست جن سے میں نے مشورہ لیا ان سے استخارے کرائے اور خود بھی کئے اس سے میری توجہ اس طرف مائل ہوئی کہ عورتوں میں اعلیٰ تعلیم کو رواج دینے اور ان میں سلسلہ کی روح پیدا کرنے کے لئے کسی ایسی لڑکی سے شادی کروں جو تعلیم یافتہ ہو اور جسے میں تربیت دے کر تعلیمی کام کرنے کے قابل بناسکوں۔ اس فیصلہ کے بعد بعض کی تحریک پر مختلف جگہیں پیش ہوئیں جن میں سے کئی ایسی تھیں جن کی سفارش ان کی شکل وصورت کرتی تھی لیکن چونکہ یہ بات مجھے مد نظر نہ تھی اس لئے میں نے انکار کردیا۔ پھر بعض ایسی تھیں جو تعلیم دنیاوی زیادہ رکھتی تھیں اور یہی کشش تھی جو مجھے کھینچنے کا باعث ہوسکتی تھی مگر ان جگہوں کے متعلق بھی میں نے انکار کردیا کیونکہ میں نے سمجھا یہ تعلیم ایسی نہیں جس کے پیچھے میں پڑوں۔ آخر قطع نظر ان امور کے محض اس وجہ سے کہ اس جگہ دینی تعلیم کا سوال تھا اور وہ بات جس کی سلسلہ کو ضرورت تھی وہ اس جگہ

پوری ہوتی نظر آتی تھی اس لئے میں نے اس جگہ کے متعلق اپنی رضا ظاہر کر دی جس جگہ اب نکاح کا فیصلہ کیا گیا ہے۔

خدا تعالیٰ کی مشیت ہوتی ہے اور کوئی انسان اس کی مرضی کی تہہ کو نہیں پہنچ سکتا اگر اس کی حکمت اور اس کی مرضی اس امر کا فیصلہ نہ کرتی کہ وہ امتہ الحی کو مجھ سے جدا کر لیتی تو میں سمجھتا ہوں گو چوتھی شادی کی بھی ایک مسلمان کو اجازت ہے مگر میں اپنے حالات کے لحاظ سے اس کے لئے تیار نہ ہوتا۔ میں نہیں سمجھتا آئندہ میرے قلب کا کیا حال ہو گا لیکن میں اتنا جانتا ہوں کہ اس وقت تک کوئی ایسی حالت مجھ پر نہیں گزری کہ میں نے اس نقصان کو بھلایا ہو اور آج تک میں نے کوئی نماز ایسی نہیں پڑھی جس میں امتہ الحی مرحومہ کے لئے دعا نہیں کی۔ میں جب رسول کریم ﷺ کا خیال کرتا ہوں تو مجھے آپ کے اخلاق نہایت ہی پیارے لگتے ہیں کہ آپ کو اتنے بڑے بڑے کام سرانجام دیتے ہوئے کبھی خدیجہ نہ بھولیں۔ حدیث میں آتا ہے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات پر نو دس سال گزر جاتے ہیں۔ یہ معمولی زمانہ نہیں۔ لوگ تھوڑے تھوڑے عرصہ بعد اپنے بڑے بڑے عزیزوں کو بھول جاتے ہیں مگر اتنے سال گزر جاتے ہیں صحابہؓ لکھتے ہیں۔ لوگ رسول کریم ﷺ کے پاس تحفہ لاتے ہیں جسے دیکھ کر آپ کو آنسو آجاتے ہیں اور پرنم آنکھوں سے فرماتے ہیں یہ تحفہ فلاں عورت کے پاس لے جاؤ کیونکہ وہ میری خدیجہؓ کی سہیلی تھی۔ فلاں عورت کے پاس لے جاؤ کہ میری خدیجہؓ سے بہت محبت کرتی تھی۔ ایک دفعہ ایک عورت آپ سے ملنے کے لئے آئی آپ اسے دیکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنی چادر بچھا کر اسے بٹھایا۔ صحابہؓ نے پوچھا یہ کون ہے۔ فرمایا خدیجہؓ کو اس سے محبت تھی۔

ایک نادان سمجھتا ہے یہ شرک ہے اور دل کی کمزوری کا نتیجہ ہے حالانکہ سالہا سال تک ایک مرنے والے کو جس کی یاد کوئی چیز نہ دلاتی ہو یاد رکھنا وفاداری ہے شرک نہیں۔ عام طور پر لوگوں کو منہ دیکھنے کی محبت ہوتی ہے۔ جب کوئی نظروں سے غائب ہو جائے اسے بھول جاتے ہیں مگر میں نے بارہا غور کیا ہے۔ اور ہر بار اس خواہش کو اپنے دل میں پایا ہے کہ اگر میں اپنے مرنے پر کوئی ایسے آدمی چھوڑ جاؤں جن کے دل میں اسی طرح میری محبت اور میرے لئے دعا سے پُر ہوں جس طرح میرا دل امتہ الحی کے لئے پر ہے تو میں سمجھوں گا کہ میں ایک کام کر کے مرا ہوں۔ کون ہیں جو مرنے والے کو یاد رکھتے ہیں۔ جب وہ اپنی خواہشات کو پورا ہوتے دیکھتے

ہیں جب اپنی لذتوں کے حصول کا ذریعہ پالیتے ہیں تو مُردوں کو بھول جاتے ہیں اور شاذ ہی کوئی ہوتا ہے جو مرنے والے کی یاد اپنے دل میں تازہ رکھتا ہے۔ لیکن مجھ میں وفاداری اور وفا شعاری کا ایک ایسا جذبہ رکھا گیا ہے کہ میں نے اپنے بچپن کے زمانہ سے اسے محسوس کیا ہے۔ اس زمانہ میں جب دوست مجھ سے پوچھا کرتے کہ تم پر کون سی بات سب سے زیادہ اثر کرتی ہے تو میں جواب دیا کرتا تھا۔ میں اگر کسی کتاب میں وفاداری کا کوئی واقعہ پڑھوں تو میری آنکھیں آنسوؤں سے بھر جانے سے باز نہیں رہ سکتیں۔ میرے نزدیک کسی کی جدائی اور اس دنیا کے لحاظ سے ہمیشہ کی جدائی کو یاد رکھنا ایک خوشگوار رنج، ایک فرحت پہنچانے والا غم اور ایک مسرت بخش تکلیف ہے۔ یہ رنج ہزاروں خوشیوں سے بہتر اور یہ غم ہزاروں فرحتوں سے اچھا ہے۔ محبت کا درد، درد نہیں بلکہ ایک دوا ہے۔ وفاداری کا صدمہ، صدمہ نہیں بلکہ دل کو صاف کرنے والی ایسی بھٹی ہے جس سے وہ جلا پاکر نکلتا ہے اور انسان کی روح آلائشوں سے پاک ہو کر اس اعلیٰ مقام پر سانس لیتی ہے جہاں کی ہوا نہایت ہی لطیف اور پاک ہوتی ہے۔ اگر میرے سپرد ایک جماعت کی امامت نہ ہوتی۔ اگر بیوقوفی سے کہو یا ہوشیاری سے ایک کثیر جماعت کی ترقی کا خیال مجھے مدنظر نہ ہوتا تو درحقیقت اب شادی کرنا تو الگ رہا اس کا خیال اور اس کی تحریک بھی میرے دکھے ہوئے دل کے لئے ٹھیس لگانے کا موجب اور تکلیف دہ ہوتی۔ مگر میں اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا امیدوار ہوں اور میں اس کی رحمت سے کبھی ناامید نہیں ہوا۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے۔ اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَۃٌ۔ [۲] کہ روحیں ایک دوسرے سے وابستہ اور پیوستہ ہوتی ہیں۔ یعنی بعض کا بعض سے تعلق ہوتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ میری روح کو امتہ الحی کی روح سے ایک پیوستگی حاصل تھی۔ مجھے ہمیشہ حیرت ہوتی ہے اور اس کا ذکر کبھی کبھی میں مرحومہ سے بھی کیا کرتا تھا کہ جب شادی کی تو ان پر احسان سمجھ کر کی تھی کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی اس خواہش کو پورا کروں کہ مسیح موعودؑ کے خاندان سے آپ کے خاندان کا خونی رشتہ قائم ہو جائے۔ لیکن میں نہیں جانتا تھا یہ میری نیک نیتی اور اپنے استاذ اور آقا کی خواہش کو پورا کرنے کی آرزو ایسے اعلیٰ درجہ کے پھل لائے گی اور میرے لئے اس سے ایسے راحت کے سامان پیدا ہوں گے۔ مجھے بہت سی شادیوں کے تجربے ہیں۔ میں نے خود بھی کئی شادیاں کی ہیں اور بحیثیت ایک جماعت کا امام ہونے کے ہزاروں شادیوں سے تعلق ہے اور ہزاروں واقعات مجھ تک پہنچتے رہتے ہیں مگر میں نے عمر بھر کوئی ایسی کامیاب اور خوش

کرنے والی شادی نہیں دیکھی جیسی میری یہ شادی تھی۔

میں شکلوں کا پرستار نہیں ہوں۔ مرحومہ کی شکل جسمانی لحاظ سے کوئی اچھی شکل نہ تھی۔ دوسری بیویوں کی شکل ان سے بہت اچھی تھی لیکن ان کے اندر ایک ایسا ایمان تھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر، ایک ایسا یقین تھا اسلام کی صداقت پر جو ایمان اور یقین بہت کم عورتوں میں پایا جاتا ہے ان کے اندر ایک یقین اور وثوق تھا تمام سلسلہ کے کاموں کے متعلق۔ پھر میاں کے عیوب اور کمزوریاں سب سے زیادہ بیوی پر ظاہر ہوتی ہیں مگر باوجود ان کمزوریوں کے جو مجھ میں پائی جاتی ہیں اور باوجود ان غفلتوں کے جو مجھ سے ظاہر ہوتی ہیں میں نے ہمیشہ ان کے ایمان کو خلافت کے متعلق ایسا مضبوط پایا کہ بہت کم مردوں میں ایسا ہوتا ہے۔ ان کی دین سے محبت، ان کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام سے محبت، ان کی وہ حالت ایمان جو دین کے دوسرے شعبوں کے ساتھ تھی میرے حساس قلب کو متأثر کئے بغیر نہ رہ سکتی تھی۔ اور مجھے فخر ہے کہ ان کی شادی مجھ سے ایسے زمانہ میں ہوئی جبکہ وہ چھوٹی عمر کی تھیں اور مجھے تعلیم دینے اور تربیت کرنے کا موقع مل گیا اور بجا فخر ہے۔ مگر میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اگر قبولیت کا مادہ نہ ہو تو کوئی انسان ترقی نہیں کر سکتا۔ خواہ ان کی کوئی حالت ہوتی کتنے غصہ اور جوش میں ہوتیں دینی ذکر کے بعد میں نے دیکھا ان کی طبیعت معاً دب جاتی۔ عورتوں کو تو عام طور پر دیکھا ہے اور بعض مردوں کو بھی کہ جب وہ غصہ کی حالت میں ہوں تو فوراً غصہ کو روک نہیں سکتے۔ آہستہ آہستہ ان کی طبیعت بحال ہوگی لیکن ان کو میں نے دیکھا۔ اگر ان کی غلطی ہوتی اور بتایا جاتا کہ دین میں یوں ہے تو فوراً ان کی تسلی ہو جاتی اور اس طرح ان کی طبیعت ساکن ہو جاتی جس طرح پہاڑ سے ٹکرا کر کوئی چیز ٹھہر جاتی ہے۔ میں عموماً بیمار رہتا ہوں اور حضرت خلیفہ اول فرمایا کرتے تھے کہ بیمار میں غصہ زیادہ ہوتا ہے۔ میں بلاوجہ تو کسی پر غصہ نہیں ہوتا لیکن اگر معقول وجہ ہو تو غصہ کا اظہار کر دیا کرتا ہوں۔ اس وجہ سے بارہا ایسے مواقع پیش آئے کہ میں ان سے ناراض ہوا مگر سوائے ایک دفعہ کے ان کے چہرہ پر کبھی بل نہ دیکھا خواہ وہ کتنے ہی رنج اور صدمہ کی حالت میں ہوں جب میری شکل دیکھتیں تو اپنے چہرہ کو خوش بنالیتیں تاکہ مجھ پر جسے اور بہت سے فکر دامنگیر رہتے ہیں ان کا غمگیں چہرہ دیکھ کر اور اثر نہ ہو۔ مذکورہ بالا موقع پر ایک ایسی ہی وجہ پر جو معقول وجہ تھی ان کو غلط فہمی تھی ناراض ہوئیں۔ اور اس کا پتہ بھی مجھے اس طرح لگا کہ میں نے ان کے چہرہ پر ملال کے آثار دیکھے۔ میں نے پوچھا آج تک میں نے تمہارے چہرے

پر ایسے آثار نہیں دیکھے تھے جو آج ہیں اس کی کیا وجہ ہے۔ تب انہوں نے وہ بات بتائی جس کے متعلق انہیں غلط فہمی تھی۔ میں نے ان کی غلط فہمی کو دور کر دیا اور اس وقت انہیں ایک بات کہی جسے خدا تعالیٰ نے پورا کر دیا مگر اس کی خوشی دیکھنا ان کے لئے مقدر نہ تھی۔

کوئی نادان اسے شرک کہے یا اپنی بڑائی۔ مگر میں نے جو کچھ کہا تھا وہ یہ تھا۔ میں نے کہا گلہ جانے دو یہ بلاوجہ ہے اور یہ خوشخبری سن لو کہ تمہارے ہاں لڑکا ہو گا جو بہت بااقبال ہو گا۔ پہلے ان سے لڑکیاں ہوئی تھیں مگر اسی ماہ میں جس میں یہ گفتگو ہوئی حمل ہوا اور لڑکا پیدا ہو گیا اور جس کا نام خلیل احمد رکھا گیا۔

میں نے ان سے جو وعدہ کیا تھا اور جو خدا تعالیٰ نے میری زبان پر جاری کیا تھا وہ بہت زیادہ تھا اس کا اظہار میں نہیں کرنا چاہتا۔ البتہ اتنا کہہ دیتا ہوں کہ مجھے بتایا گیا وہ مسیحی نفس ہو گا اور حضرت مسیح سے نہایت گہری مماثلت ہو گی۔ میں نہیں جانتا اس کی زندگی کا کیا حال ہو گا۔ بشیر اول کے متعلق حضرت مسیح موعود کو بتایا گیا تھا مگر وہ فوت ہو گیا۔ اس بچے کی فطرت کے متعلق مجھے علم دیا گیا ہے۔ اگر ہماری کسی قسم کی غفلت اور کوتاہی روک نہ بن گئی تو جیسا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے وہ مسیحی نفس ہو گا۔

غرض میں کسی دنیوی خواہش اور لذت کے لئے اس کام پر آمادہ نہیں ہوا۔ میرا دل ڈرتا ہے کہ وہ جو پہلے ہی غموں اور فکروں کی آماجگاہ بنا ہوا ہے ایک اور فکر نہ سہیڑ لے۔ مگر خدا تعالیٰ سے دعائیں کی ہیں اور میں محض اس نیت سے آمادہ ہوا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے سلسلہ کا ایک جزو جو بہت پیچھے ہٹا ہوا ہے اس ذریعہ سے اس کی ترقی کا سامان ہو۔ ورنہ میں جس قدر اپنے نفس کو ٹٹولتا ہوں اس کے سوا کوئی خواہش نہیں پاتا۔ اور کوئی ظاہری وجہ نہیں کہ دنیوی فائدہ ظاہر کرتی ہو۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ محض ایک اور صرف ایک غرض اس کام بلکہ اس بوجھ کو اٹھانے کی محرک ہے اور وہ صرف جماعت کی ہمدردی اور سلسلہ کا مفاد ہے۔ میں نے بار بار اپنے دل کو ٹٹولا ہے اور اس کے چاروں گوشوں کو دیکھا ہے اور بہت غور سے دیکھا ہے اور اس کے سوا میں نے اس میں کوئی اور خواہش نہیں دیکھی۔ لیکن پھر بھی چونکہ انسان کمزور ہے اس لئے میں دعا کرتا ہوں کہ اگر میرے دل کے کسی گوشہ میں اس کے سوا کوئی اور خواہش ہو تو خدا تعالیٰ اسے بدل دے۔

میں نے کم از کم تین سو دفعہ استخارہ اور دعا اس شادی کے متعلق کی ہے لیکن اب میں پھر

دعا کرتا ہوں کہ اگر میری دعائیں میری نفسانی کمزوری کی وجہ سے قبول نہ ہوئی ہوں تو خدا تعالیٰ اب قبول فرمالے۔ اور اس سے کوئی ایسا شاخسانہ نہ نکلے جو غم وہم کا موجب ہو۔ میں شادی کے فرائض اور ذمہ داریوں کو جانتا ہوں۔ میں نے بارہا لوگوں کو بتایا ہے کہ شادیوں کی کیا اغراض ہیں اور آج میں اپنے نفس کو مخاطب کرکے وہی کہتا ہوں جو آج تک دوسروں سے کہتا رہا کہ ان باتوں کو سوچ لے مگر پھر بھی دعا کرتا ہوں کہ وہ اغراض جو خدا تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ نے شادی کی بتائی ہیں ان کے مطابق زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ میرا دل بہت سے اسباب کی وجہ سے حقیقی دنیوی خوشی سے ناآشنا ہوگیا ہے۔ اب مجھے دنیا میں کوئی خوشی نظر نہیں آتی۔ لیکن یہ نہیں کہہ سکتا کہ خوش نہیں ہوں۔ جب میرا رب مجھے خوش کرنا چاہتا ہے تو میں اس کے فضل اور اس کی بندہ نوازی سے خوش ہوتا ہوں۔ لیکن اس وقت میری حالت حضرت مسیح کی اس رات کی حالت کے مطابق ہے جس کی صبح کو انہیں صلیب پر لٹکایا جاتا تھا۔ انہوں نے فرمایا تھا میرا دل تو تیار ہے مگر جسم تیار نہیں۔ اسی طرح میں کہتا ہوں روحانی طور پر خوشی کے مواقع آتے ہیں مگر جسمانی دل منقبض ہے۔ اگر میرے دل میں یہ تڑپ نہ ہوتی کہ میں اسلام کی ترقی کو دیکھوں۔ اگر مجھے یہ امید نہ ہوتی کہ میں اپنی زندگی میں اپنے گناہوں کے معاف کرانے کے لئے سامان کرسکوں تو اس دنیا میں میرے لئے کوئی دلچسپی کا سامان نہیں مگر باوجود اس کے میں خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو رد نہیں کرتا بلکہ طلب کرتا ہوں۔ اگر میں دنیا میں رہ کر دین کی کچھ خدمت کرسکوں، ترقی اسلام میں ممد ومعاون ہوسکوں، خدا تعالیٰ کی رضا میں کوئی گھڑی گزار سکوں تو میرے لئے کوئی دکھ دکھ نہیں بلکہ یہ زندگی ہی جنت ہے اور اعلیٰ درجہ کی جنت ہے۔ میں کبھی اپنی نادانی کی گھڑیوں میں کہا کرتا تھا۔ میرے مولا! کس غرض کے لئے تو نے مجھے دنیا میں رکھا ہوا ہے مگر میں سمجھتا ہوں وہ نادانی کی گھڑیاں ہوتی ہیں۔ دنیا دارالعمل ہے اگر کوئی گھڑی ایسی میسر آجائے جس میں خدا تعالیٰ کی رضا حاصل ہوسکے تو یہی جنت ہے۔

جنت کیا ہے کیا دودھ اور شہد کی نہریں جنت ہے۔ کیا باغوں کی سرسبزی جنت ہے۔ جنت خدا تعالیٰ کی رضا ہے۔ اگر اس کی رضا اس دنیا میں حاصل ہوجائے تو یہی جنت ہے اور اگر اگلے جہان میں حاصل ہو تو وہی جنت ہے۔ پس چونکہ یہ دنیا دارالعمل ہے اور خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کی بنیاد یہیں پڑتی ہے اس لئے میں خدا تعالیٰ کی دنیوی نعمتوں کی بھی قدر کرتا ہوں اور اپنی کمزوریوں کا اقرار کرتے ہوئے اپنی کمزوریوں پر ندامت کا اظہار کرتا ہوں۔

غرض اس نئے بوجھ کو جو میں اٹھانے لگا ہوں تو محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اور میں سمجھتا ہوں دوسرے فریق کے لئے بھی یہ کوئی خوشی نہیں۔ ایک ایسا مرد جو صحت کے لحاظ سے کمزور ہو، جس کی مالی حالت کمزور ہو، جس کا دل دنیوی خوشی سے بے بہرہ ہو، جس کی پہلے دو بیویاں موجود ہوں اسے لڑکی دے کر کوئی بڑی امید نہیں کر سکتا۔ لڑکیاں چاہتی ہیں کہ خوش و خرم زندگی بسر کریں۔ ماں باپ چاہتے ہیں کہ ان کی لڑکیاں ایسے انسان کے پاس جائیں جو ہنس مکھ ہو جس کے قویٰ مضبوط ہوں، جس کی مالی حالت اچھی ہو، جس کی پہلی شادی نہ ہو، لیکن ان میں سے کوئی بات بھی مجھ میں پائی نہیں جاتی اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ ان کی بھی قربانی ہے اور میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ انہیں اس کے نیک نتائج دے۔ اور اگر ان کی نیت اور اخلاص میں کسی قسم کی کمی ہو تو اس کے بد اثرات سے بچائے۔ اور جب یہ شادی محض جماعت کے بعض کاموں کو ترقی دینے کے لئے کی جارہی ہے تو خدا تعالیٰ سے یہ بھی دعا ہے کہ وہ اس شادی کو میرے لئے بھی مبارک کرے اور اس لڑکی کے خاندان کے لئے بھی۔ پھر وہ اس کمزور اور متروک صنف کے لئے بھی جو عورتوں کی صنف ہے مبارک کرے جس کے حقوق سینکڑوں سال سے تلف کئے جارہے ہیں۔ جو خدا تعالیٰ کے رحم کے لئے ہاتھ اٹھا اٹھا کر پکار رہی ہے کہ اے خدا! کیا تیرا رحم مردوں کے لئے مخصوص ہے یا عورتوں کے لئے بھی خدا تعالیٰ ان پر اپنا فضل اور رحم نازل کرے اور مردوں پر بھی۔ دونوں کامل ہوں اور خدا تعالیٰ موت سے پہلے مجھے یہ بات دکھادے کہ اسلام دنیا میں ہر طرف غالب ہو رہا ہے۔ سچے ایمان اور اخلاص سے جماعت بھری ہوئی ہے، عالم و جاہل، مرد و عورت سب خدا کے عشق کے نشہ میں چور ہیں۔ خدا تعالیٰ ان سے راضی ہے اور وہ خدا سے راضی ہیں۔ میں اگر اس مقصد اور مدعا میں حصہ لیتے ہوئے دنیا سے گزر جاؤں تو میں سمجھوں گا میرے جیسا خوش قسمت انسان اور کوئی نہیں۔

میں اس نکاح کا اعلان خود کرتا ہوں۔ عام طور پر یہ بات رسم و رواج کے خلاف ہے کہ جس کا نکاح ہو وہی اعلان کرے۔ مگر میرے دل کے غم نے مجھے مجبور کیا کہ میں خود کھڑا ہو کر اعلان کروں اور ان جذبات اور خیالات کا اظہار کروں جو میرے سوا کوئی اور نہیں کر سکتا تھا۔ مگر یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے۔ میں جن بزرگوں کی جوتیاں جھاڑنے کی بھی قابلیت نہیں رکھتا انہوں نے اپنے نکاح کا اعلان خود کیا ہے۔ میں خدا تعالیٰ کے ان جرنیلوں کی تقلید میں اور ان بزرگوں سے تیمناً اور تبرکاً نسبت کرتے ہوئے اس امید سے کہ خدا تعالیٰ اس نکاح کو بابرکت

کرے خود اعلان کرتا ہوں۔ لڑکی والے یہاں موجود نہیں ہیں لیکن انہوں نے تحریری اجازت بذریعہ رجسٹری مفتی محمد صادق صاحب کو بھیج دی ہے اور انہیں اپنا قائم مقام مقرر کیا ہے۔

مفتی صاحب آپ کو ایک ہزار روپیہ مہر پر سارہ بیگم بنت مولوی عبدالماجد صاحب بھاگلپوری کا نکاح مجھ سے منظور ہے۔

جناب مفتی صاحب نے منظوری کا اقرار کیا۔ اس کے بعد حضور نے لمبی دعا فرمائی۔

(الفضل ۱۸۔ اپریل ۱۹۲۵ء صفحہ ۲ تا ۶)

۱؎ الفضل ۱۴۔ اپریل ۱۹۲۵ء صفحہ ۱۔

۲؎ بخاری کتاب بدء الخلق باب الارواح جنود مجندة